بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

اسلام کا سب سے بڑا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ اس کی زبان اور دل میں ہم آہنگی اور اتفاق ہوتا ہے اس کا ظاہر اور باطن ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہوتا وہ جب جمہوریت کا نام لیتا ہے تو اس سے مراد حقیقۃً جمہوریت ہی ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ خود غرضانہ سفاکی اور بیرحمی کی تلوار کو جمہوریت کی آب وتاب دیکر دنیا کو درد و کرب کے زہریلے سمندر میں غرق کر دینا چاہتا ہو۔ اسلام جب مساوات، اُخوّت عامہ اور عالمگیر مواخات کی دعوت دیتا ہے تو اُس سے اس کی حقیقی غرض یہی ہوتی ہے کہ رنگ اور نسل کے امتیازات کو یکقلم فراموش کردو۔ دولت اور غربت کی تفریقات کو یکسر مٹا دو۔ اور وطن وملک کی عصبیت کو ہمیشہ کے لئے خاکِ نسیاں میں دفن کردو۔ تمام انسانوں کو خواہ وہ کالے ہوں یا گورے دولتمند ہوں یا غریب، افریقی ہوں یا چینی بلا تردد کے اپنا بھائی سمجھو اور سچ مچ ان کے ساتھ بھائیوں کا سا معاملہ کرو۔ اسلام جب کسی سے جنگ کا اعلان کرتا ہے تو کھلے الفاظ اور غیر مبہم طریقہ پر فریقِ محارب کو اپنا دشمن قرار دیتا ہے اور شمشیر عریاں بکف میدانِ جنگ میں اپنی تلوار کا جوہر دکھانے لگتا ہے۔ لیکن جب اس کی طرف کوئی صلح کا ہاتھ دراز کرتا ہے تو وہ طاقت وقوت کے گھمنڈ میں اپنی مسلسل فتحیابیوں اور کامرانیوں کے غرور میں اسے رد نہیں کر دیتا۔ بلکہ "وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا" کے حکم ربانی کے مطابق وہ خود اپنا دست صلح بھی بڑھا دیتا ہے۔

پھر اگر وہ کسی قوم کو اپنے دامان تحفظ میں پناہ دیتا ہے۔ اور اُس قوم کی حفاظتِ جان ومال کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ (جس کی وجہ سے اس جماعت کو ذمی کہا جاتا ہے) تو اختلافِ مذہب کے باوجود کھلے دل سے اس کا اقرار کرتا ہے کہ آج سے اس جماعت (ذمیوں) کے ایک ایک فرد کا خون ایسا ہی

محترم اور مامون ہوگا جیسا کسی ایک معزز مسلمان کا۔ اور ان لوگوں میں سے ہر شخص کی عزت و آبرو اور مال و متاع کی حفاظت ٹھیک اسی احتیاط اور نگرانی کے ساتھ کی جائے گی جس احتیاط سے ایک مسلمان کی عزت و مال کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ شہری حقوق بھی ان کو مسلمانوں کی برابر ملینگے

غرض یہ ہے کہ اسلام میں دل اور زبان کے اختلاف و عدم توافق سے بڑھکر جس کو اس کی خاص اصطلاح میں نفاق کہا جاتا ہے۔ کوئی اور معصیت نہیں ہے۔ قرآن مجید کو اول سے آخر تک پڑھ جائیے منافقین کی جس قدر سخت مذمت کی گئی ہے کسی اور کی نہیں کی گئی۔ چنانچہ قرآن مجید ایک جگہ صاف اعلان کرتا ہے

یا ایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا	اے ایمان والو! تم منہ سے ایسی بات کیوں
تفعلون۔ کبر مقتاً عند اللہ	کہتے ہو جسے کرتے نہیں۔ اللہ کو یہ بات بہت
ان تقولوا ما لا تفعلون۔	ہی مبغوض ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔

اس بنا پر ایک حقیقی اور سچے مسلمان کا یہ طغرائے امتیاز رہا ہے کہ قسم قسم کے گناہوں میں مبتلا ہونے کے باوجود اس کا دامنِ اخلاق نفاق کی نجاست سے آلودہ نہیں ہوتا وہ زبان سے جب کسی کو بھائی کہتا ہے تو سچ مچ اس کے ساتھ بھائیوں کا سا ہی سلوک کرتا ہے۔ وہ جب انسانی مساوات اور اُخوتِ عامّہ کا نام لیتا ہے تو ان لفظوں سے ان کے حقیقی معنی ہی مراد ہوتے ہیں۔ آج کل کی سی ڈپلومیٹک چالیں، شاطرانہ اور عیارانہ سیاسی داؤ پیچ اور نفاق آمیز طریق معاملت و گفتگو ایک مسلمان کے نزدیک انتہائی بری اور قابل صد ہزار لعن چیزیں ہیں۔ کوئی اسلامی حکومت تو کیا ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی ان کا تصور نہیں کر سکتا۔

اسلامی کیرکٹر کی یہی نمایاں خصوصیت تھی جس کے باعث مسلمانوں نے جن ملکوں کو فتح کیا ان کے ساتھ اجنبی ملکوں کا سا معاملہ نہیں کیا۔ بلکہ انھیں خود اپنا ملک سمجھا۔ اور ان ملکوں میں بسنے والی قوموں کے ساتھ برادرانہ اور مساویانہ برتاؤ برتا۔ معاشرت میں اور شہری تعلقات میں حاکم اور محکوم، فاتح اور مفتوح کے امتیاز کو قطعاً ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ مسلمانوں کے اس مساویانہ سلوک کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ جس قوم کو فتح کرتے تھے

صرف ان کے جسموں کو نہیں بلکہ ان کے دلوں کو بھی فتح کر لیتے تھے۔ مفتوح قوم کا ایک ایک بچہ ان کی سلامتی اور ان کے ملک وسلطنت کی حفاظت و بقا کی دل سے دعائیں کرتا تھا۔ اور کوئی وقت آ پڑتا تھا تو اس مفتوح قوم کا ایک ایک بہادر مسلمانوں کی حمایت و مدافعت میں کٹ مرنے کو اپنی زندگی کا سب سے اہم فرض تصور کرتا تھا۔ ایک دو نہیں تاریخ میں اس کی سینکڑوں نظیریں اور مثالیں موجود ہیں۔ ایران، مصر، عراق اور اندلس کو چھوڑیئے صرف اپنے ہندوستان کو ہی دیکھ لیجئے۔ کوئی ہے جو آج ہندوستان میں مسلمانوں کو پردیسی یا اجنبی قوم کہہ سکے؟

کون نہیں جانتا مسلمان ہندوستان میں آئے اور تاجر یا سوداگر بن کے نہیں بلکہ اپنی فوجِ عظیم و گراں کے ساتھ انھوں نے اس ملک کو فتح کیا۔ مگر اس طرح کہ خود اس ملک میں آباد ہوگئے۔ ملک کے اقتصادی وسائل و ذرائع کو ترقی دیکر انھیں اسی ملک کی خوشحالی اور رفاہیت پر خرچ کیا۔ ملک کی صنعت و حرفت کو بڑھایا زراعت کو ترقی دی۔ تہذیب و تمدن کا معیار اونچا کیا۔ علوم و فنون کے دروازے کھولکر ہندوستان کے قدیم روایتی ذہن و فکر کو چمکایا۔ ملک کے قدیم باشندوں کو مسلمانوں کے برابر عہدے اور منصب دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فاتح اور مفتوح دونوں شیر و شکر ہو کر رہنے لگے۔ ایک دوسرے کی تقریبات خوشی و غم میں دل سے شریک ہوتے تھے۔ کسی ایک کا حادثۂ الم دوسرے کو بے چین کر جاتا تھا۔ ایک کی خوشی دوسرے کی خوشی ہوتی تھی۔ انتہا یہ ہے کہ دونوں کے اختلاط و ارتباط سے ہی ایک نئی زبان پیدا ہوئی جسے اردو کہتے ہیں۔ ہندو فارسی میں کمال پیدا کرتے تھے اور مسلمان بھاشا اور سنسکرت میں دادِ سخن دیتے تھے۔ ایک ہی محلہ میں دونوں پاس پاس رہتے تھے، اب نہ فاتح میں جذبۂ رعونت و انانیت تھا۔ اور نہ مفتوح میں کمتری اور ہیچمیرزی کا احساس اس بنا پر شہری زندگی پُرامن تھی۔ ملک میں جا بجا رفاہیت کا چرچا تھا، راعی کو رعایا پر اور رعایا کو راعی پر اعتماد تھا۔"

برہان کے صفحات میں پہلے لکھا جا چکا ہے کہ آج عالمگیر جنگ کی شکل میں دنیا پر جو عذابِ الیم مسلط ہے اور جس کے دوزخ میں دنیا کی چھوٹی بڑی سب ہی قومیں جل بھن کر خاک سیاہ ہو رہی ہیں۔ (باقی صفحہ ۲۳۸ پر ملاحظہ ہو)